سوال

(138) عیسائیوں کے اچھے کام پر اجر

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1:.....قرآن حکیم عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث عقیدہ ابن اللہ کی وجہ سے ان کو کافر قرار دیتا ہے۔ اور ان سے دوستی سے منع کرتا ہے۔ لیکن سورۃ المائدہ آیت نمبر 69 کہ یہودی عیسائی جو بھی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو وہ غمگین نہ ہوں گے۔ اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 62 میں ہے کہ وہ اللہ کے ہاں اجر پائیں گے۔

2:.....کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر ان کو اجر ملے گا؟

3:.....آج کل عیسائی رفاہ عامہ کے یا دوسرے اچھے کام کرتے ہیں تو کیا انھیں اجر ملے گا یا نہیں؟

اگر قرآن میں اس وقت کے یہودی عیسائی مراد ہیں تو وہ پہلے ہی سے اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

(الف) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔

پہلے وہ لوگ جو ایمان لائے ان سے مراد شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں۔

دوسری قسم یہودی ہیں: یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔

تیسری قسم عیسائی: یہ عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔

چوتھی قسم بے دین لوگ ہیں: ان سے مراد معبودان باطلہ کے پجاری ہیں۔ خواہ فرشتوں کو پوجیں یا بتوں کو یا آگ وغیرہ کو ان کے متعلق سلف کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بعض ان میں سے زبور بھی پڑھتے ہیں۔

ان چاروں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے صرف ان کے لئے خوشخبری ہے:

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٦٢ ... سورة البقرة

ان لوگوں کا اپنے اپنے زمانہ میں ایمان اور عمل معتبر تھا مثلاً جب تک عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئے اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر پوری طرح عامل رہے ان کے لئے یہ خوشخبری ہے عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد پہلی شریعت منسوخ ہوگئی۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر جو پوری طرح عامل رہا۔ وہ اس خوشخبری کا حقدار ہے اس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اب پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔ اب نجات کا دارومدار شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے۔ کہ پہلی شریعتیں جو منسوخ ہوچکی ہیں۔ صرف ان تینوں کا ذکر کافی تھا۔ یہودی عیسائی اور بے دین چوتھا فرقہ جو اس شریعت پر ایمان لایا اس کا ذکر یہاں بے محل ہے کیونکہ اس شریعت پر جو ایمان لاچکے ان کے پھر ایمان لانے کا کوئی مطلب نہیں۔

(ب) اس کے دو جواب ہیں:

1۔ ایک یہ کہ ان کے ایمان لانے کا مطلب ایمان پر ہمیشگی اور ثابت قدمی ہے کیونکہ دارومدار خاتمہ پر ہے۔ خاتمہ سے پہلے ایمان لایا ہوا کافی نہیں جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔

2۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان لانے والے سے مراد وہ ہے جو مدعی ایمان ہو۔ جیسے منافق یا کمزور ایمان والے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ اس امت میں سے جن کا دعویٰ ایمان کا ہے وہ اس خوشخبری کے اس صورت میں مستحق ہوں گے کہ وہ حقیقی معنی میں ایمان لائیں اور عمل نیک کریں۔

تنبیہ:

ایک لفظ کا معنی حقیقی اور مجازی دونوں کا ایک وقت میں مراد ہونا یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منع کے قائل ہیں۔ اس آیت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو تائید ملتی ہے کیوں کہ ((من آمن)) کے دو معنی ہوں گے۔ پہلے فرقے کے حق میں اس کے معنی ہوں گے۔ جو ایمان پر ثابت قدم رہے یہ "آمن" کے مجازی معنی ہیں اور باقی فرقوں کے حق میں ہوں گے۔ جو ایمان لائے اور یہ "آمن" کے حقیقی معنی ہیں تو گویا اس میں حقیقی اور مجازی دونوں مراد ہوئے۔

شان نزول:

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی عمر مجوسی مذہب پر گزری کچھ عیسائیت پر پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان نصیب کردیا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ساتھیوں کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لاتے تھے۔ اور اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوں گے ان کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہنمی ہیں (کیونکہ وہ یہ کام کسی شریعت کے تحت نہیں کرتے تھے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت غمگین ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری جس سے اس طرف اشارہ کیا۔ جس نبی کا زمانہ ہو اسی نبی کی شریعت کے تحت رہ کر جو ایمان لائے اور عمل نیک کرے اس کے لئے یہ خوشخبری ہے نہ کہ اپنے طور پر کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرنے لگ جائے۔ اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی؛

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ٨٥ ... سورة آل عمران

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا متلاشی ہو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

الفاظ کی تشریح

چونکہ یہاں ایمان کا معاملہ اعمال سے ہے۔ اس لئے ایمان سے مراد اعتقاد ہے لیکن صرف اعتقاد نجات کے لئے کافی نہیں اس لئے ساتھ اعمال کا بھی زکر کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان سے مراد عام ہو۔ جس میں اعمال بھی داخل ہوں۔ اور اعمال کا الگ زکر یہ ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے :

مَن كانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلـٰئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبريلَ وَميكىٰلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلكـٰفِرينَ ﴿٩٨﴾... سورة البقرة

یعنی ''جو شخص اللہ کا فرشتوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو پس بے شک اللہ تعالیٰ دشمن ہے واسطے کافروں کے۔''

اس آیت میں فرشتوں کا زکر کرنے کے بعد جبرئیل اور میکائیل کا الگ الگ زکر کیا ہے۔ یہ صرف ان کی بزرگ اور بڑائی کے لئے ہے۔ اسی طرح اعمال کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اعتقاد ہی کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ عمل صالح کی تین شرطیں ہیں۔ ایک اعتقاد کا صحیح ہونا دوسرے شریعت کے موافق ہونا تیسرے اصلاح نیت اعتقاد کے صحیح ہونے کا مطلب ہے کہ توحید کا قائل ہو اور شریعت کے موافق ہونے کا مطلب بدعت نہ ہو۔ شریعت میں اس عمل کا ثبوت ہو اخلاص نیت یہ مطلب ہے کہ محض اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ کسی کے دباؤ یا لحاظ یا دکھاوے کے لئے نہ ہو۔

حزن خوف اور غم میں فرق یہ ہے کہ حزن اس چیز پر ہوتا ہے جو چھن گئی ہو خوف آئندہ چیز کا ہوتا ہے۔ جیسے تجارت میں کہیں نقصان نہ ہو جائے اور غم عام ہے گزشتہ چیز پر بھی ہوتا ہے جیسے کسی کا کوئی مرجائے اور آئندہ کا بھی جیسے امتحان میں کہیں ناکام نہ ہو جاؤں۔

''یحزنون'' کا باب دو طرح سے آتا ہے۔ ایک حزن 'یحزن' بروزن 'نصر ینصر اس کے مصدر حزن کے معنی ہیں دوسرے کو غمگین کرنا چنانچہ قرآن میں ہے :

وَلا يَحزُنكَ الَّذينَ يُسـٰرِعونَ فِى الكُفرِ‌...﴿١٧٦﴾... سورة آل عمران

یعنی ''نہ غمگین کریں تجھے وہ لوگ جو کفر میں جلدی کرتے ہیں۔''

دوسرا باب حزن یحزن بروزن سمع یسمع یہ لازم ہے۔ اس کے معنی غمگین ہونے کے ہیں۔ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کئے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔ اور عیسائیوں کے اعمال بھی قابل قبول نہیں۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے۔

کتاب وسنت کے نصوص اس امر پر واضح شواہد ہیں۔ قرآن میں ہے :

وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفّىٰهُ حِسابَهُ...﴿٣٩﴾... سورة النور

صحیح مسلم میں ہے : ''کافر کے لئے اعمال خیر کی صرف دنیا میں جزا ہے آخرت میں نہیں''

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ

ج1ص421